اپنے گھروں کو بچائیے
حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب مدظلہ
ادارۃ المعارف کراچی

مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب

اپنے گھروں کو بچایئے

حمد و ستائش اُس ذات کے لئے جس نے اس کارخانۂ عالم کو وجود بخشا، اور درود و سلام اس کے آخری پیغمبرؐ پر جنہوں نے دنیا میں حق کا بول بالا کیا

زمانہ اس تیزی سے بدل رہا ہے کہ جس انقلاب کو پہلے ایک طویل مدت درکار ہوتی تھی، اب وہ بھتے ہی دیکھتے رونما ہو جاتا ہے، آج کے ماحول کا زیادہ نہیں، پندرہ بیس سال پہلے کے وقت سے موازنہ کرکے دیکھئے، زندگی کے ہر شعبے میں کایا ہی پلٹی ہوئی نظر آئے گی، لوگوں کے افکار و خیالات، سوچنے سمجھنے کے انداز، معمولاتِ زندگی، معاشرت، رہن سہن کے طریقے، باہمی تعلقات، غرض زندگی کے ہر گوشے میں ایسا انقلاب برپا ہو گیا ہے کہ بعض اوقات سوچنے سے حیرت ہو جاتی ہے۔

کاش یہ برق رفتاری کسی صحیح سمت میں ہوتی تو آج یقیناً ہماری قوم کے دن پھر چکے ہوتے، لیکن مرت اور شدتِ حسرت، افسوس اور نا قابلِ بیان افسوس اس بات کا ہے کہ یہ ساری برق رفتاری اُلٹی سمت میں ہو رہی ہے، کسی شاعر حکیم نے یہ مصرعہ مغرب کے لئے کہا تھا مگر آج یہ ہمارا حال بن چکا ہے۔ کہ

تیز رفتاری ہے، لیکن جانبِ منزل نہیں

اس بات کو کب اور کس کس عنوان سے کہا جائے کہ پاکستان اسلام کے لئے بنا تھا، اس لئے بنا تھا کہ یہاں کے باشندے احکام الٰہی کا عملی پیکر بن کر دنیا بھر کے لئے ایک قابلِ تقلید مثال بن کر دنیا ر کے لئے ایک قابلِ تقلید مثال قائم کریں، لیکن ہماری ساری تیز رفتاری اس کی بالکل مخالف سمت ں صرف ہوتی رہی اور آج تک ہو رہی ہے، جن گھروں س کبھی کبھی تلاوتِ قرآن کی آواز آجایا کرتی ں، اب وہاں صرف فلمی نغمے گونجتے ہیں، جہاں کبھی اللہ، رسولؐ اور اسلافِ اُمت کی باتیں ہوجایا کرتی تھیں، اب وہاں باپ بیٹوں کے درمیان بھی ٹی وی فلموں پر تبصرے ہی زیر بحث رہتے ہیں، جن ،رانوں میں کبھی کسی اجنبی عورت کی تصویر کا داخلہ محال تھا، اب وہاں باپ بیٹیاں اور بہن بھائی ساتھ بیٹھ کر نیم برہنہ رقص دیکھتے ہیں اور خوش ہوتے ہیں، جن خاندانوں میں کبھی حرام آمدنی سے آگ کے انگاروں کی طرح پرہیز کیا جاتا تھا، اب وہاں نسلیں کی نسلیں سود، رشوت اور قمار سے پروان چڑھ ہی ہیں۔ جو خواتین پہلے برقع کے ساتھ باہر نکلتی ہوئی ہچکچاتی تھیں، اب وہ دوپٹے تک کی قید سے آزاد ہو رہی ہیں۔ غرض اسلامی احکام سے عملی اعراض اس تیزی سے بڑھ رہا ہے کہ مستقبل کا تصور کر کے ٰں اوقات روح کانپ اُٹھتی ہے۔

اس تشویشناک صورتِ حال کے یوں تو بہت سے اسباب ہیں، لیکن اس وقت اس کے صرف ک سبب کی طرف توجہ دلانا مقصود ہے، خدا کرے کہ اسے اسی توجہ اور اہتمام کے ساتھ سُن اور سمجھ جائے، جس کا وہ مستحق ہے۔

وہ سبب یہ ہے کہ ہمارے معاشرے میں جو لوگ دین دار سمجھے جاتے ہیں، وہ بھی اپنے گھر والوں

ی دینی اصلاح وتربیت سے بالکل بے فکر ہو کر بیٹھ گئے ہیں اگر آپ اپنے گردوپیش کا جائزہ لیں تو
ی بیسیوں مثالیں آپ کو نظر آجائیں گی کہ ایک سربراہ خاندان اپنی ذات میں بڑا نیک اور دین دار
مان ہے، صوم وصلوٰۃ کا پابند ہے، سود، رشوت، قمار اور دوسرے گناہوں سے پرہیز کرتا ہے، اچھی
سی دینی معلومات رکھتا ہے اور مزید معلومات حاصل کرنے کا شوقین ہے، لیکن اس کے گھر کے
سرے افراد پر نگاہ ڈالئے تو ان میں ان اوصاف کی کوئی جھلک خوردبین لگا کر بھی نظر نہیں آتی۔ دین،
ہب، خدا، رسول، قیامت اور آخرت جیسی چیزیں سوچ بچار کے موضوعات سے یک لخت خارج
ہو چکی ہیں۔ ان کی بڑی سے بڑی عنایت اگر کچھ ہے تو یہ کہ وہ اپنے ماں باپ کے مذہبی طرزِ عمل کو گوارا
ر لیتے ہیں، اس سے نفرت نہیں کرتے، لیکن اس سے آگے نہ وہ کچھ سوچتے ہیں، نہ سوچنا چاہتے ہیں،

کوئی شک نہیں کہ ہر شخص اپنے عمل کا ذمہ دار ہوتا ہے اور اولاد کی مکمل ہدایت ماں باپ کے قبضۂ
رت میں نہیں۔ حضرت نوح علیہ السلام کے گھر میں کنعان پیدا ہو جاتا ہے۔ لیکن یہ فریضہ تو ہر
لمان کے ذمہ عائد ہوتا ہے کہ وہ اپنے گھر والوں کی دینی تربیت میں اپنی پوری کوشش صرف
کردے۔ اگر کوشش کے باوجود وہ راہ راست پر نہیں آتے تو بلاشبہ وہ اپنی ذمہ داری سے بَری ہے۔
لیکن اگر کوئی شخص اس مقصد کی طرف کوئی دلی توجہ ہی نہیں کرتا، اور اس نے اپنے تئیں دین پر عمل کر کے
پنے گھر والوں کو حالات کے دھارے پر بے فکری سے بہتا چھوڑ دیا ہے تو وہ ہرگز اللہ کے نزدیک بَری
ہں ہے۔ اس کی مثال بالکل اس احمق کی سی ہے جو اپنے بیٹے کو خودکشی کرتے ہوئے دیکھے اور یہ کہہ کر
لگ ہو جائے کہ جوان بیٹا اپنے عمل کا خود ذمہ دار ہے۔
کنعان بلاشبہ حضرت نوح علیہ السلام ہی کا بیٹا تھا اور آخر دم تک اس کی اصلاح نہ ہو سکی، لیکن یہ
ں تو دیکھئے کہ اس کے جلیل القدر باپ نے اسے راہِ راست پر لانے کے لئے کیا کیا جتن کئے؟ کیسے

کیسے پاپڑ بیلے؟ کس کس طرح خون کے گھونٹ پی کر اسے تبلیغ کی؟ اس کے بعد اس نے اپنے لئے سفینۂ ہدایت کے بجائے کفر وضلالت کی موجیں ہی منتخب کیں تو بیشک حضرت نوح علیہ السلام اس کی مہ داری سے بَری ہو گئے۔ لیکن آج کوئی ہے جو اپنی اولاد کی اصلاح کے لئے فکر وعمل کی اتنی توانائیاں رف کر رہا ہو۔

قرآن کریم نے ایک مسلمان پر صرف اپنی اصلاح کی ذمہ داری عائد نہیں کی، بلکہ اپنے ہر والوں، اپنی اولاد، اپنے عزیز واقارب اور اپنے اہل خاندان کو راہِ راست پر لانے کی کوشش بھی س پر ڈالی ہے۔ سرورِ کائنات محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ احکامِ الٰہی پر کاربند کون ہوگا؟ لیکن آپؐ می نبوت کے بعد جو سب سے پہلا حکم نازل ہوا وہ یہ تھا:

نذر عشيرتك الاقرابين ۔

جمہ: اور آپ اپنے قریبی اہل خاندان کو (عذاب الٰہی سے) ڈرایئے۔

چنانچہ اسی حکم کی تعمیل فرماتے ہوئے آپ نے اپنے اہل خاندان کو کھانے پر جمع فرمایا اور کھانے ے بعد ایک مؤثر خطبہ دیا جس کے مندرجہ ذیل جملے روایات میں محفوظ رہ سکے ہیں:

يافاطمه بنت محمد ياصفيته ابنة عبدالمطلب، يابنى عبدالمطلب لااملك لكم من ه شيئنا، سلونى ماشئتم، يابنى عبدالمطلب انى والله ماعلم شابا من العرب جاء قومه فضل مما جئتكم به، انى قد جئتكم بخير الدنيا والآخرة وقد امرنى الله ان ادعوكم اليه بكم يوازرنى على هذا الامر على ان يكون اخى،

جمہ: اے فاطمہ بنت محمدؐ؛ اے صفیہ بنت عبدالمطلب! اے بنی عبدالمطلب! مجھے اللہ کی طرف سے
ہارے حق میں کوئی اختیار نہیں۔ تم (میرے مال میں سے) جتنا چاہو مجھ سے مانگ لو۔ اے بنی
بدالمطلب! (خدا کی قسم جو چیز میں تمہارے پاس لے کر آیا ہوں، مجھے عرب میں کوئی جوان ایسا معلوم
نہیں جو اپنی قوم کے پاس اُس سے بہتر کوئی شے لایا ہو، میں تمہارے پاس دنیا اور آخرت کی بھلائی لایا
ہوں۔ اور مجھے اللہ نے حکم دیا ہے کہ تم کو اس کی طرف دعوت دوں۔ تم میں سے کون ہے جو اس کام میں
رے ہاتھ مضبوط کرے اور اس کے نتیجے میں میرا بھائی بن جائے۔
فسیر ابن کثیرؒ ص ۳۵۰، ۳۵۱، ج ۳، المکتبہ التجاریہ مصر ۱۳۵۶ھ)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے علاوہ تمام انبیاء علیہم السلام کی سنت یہی رہی ہے کہ انہوں نے
پنی تبلیغ کا آغاز اپنے گھر والوں سے کیا اور خود احکامِ الٰہی پر کاربند ہونے کے ساتھ ساتھ اپنے اہل
نہ کی دینی تربیت پر اپنی پوری توجہ صرف فرمائی۔ حضرت یعقوب علیہ السلام نے وفات سے پہلے اپنی
لاد کو جمع کر کے جو وصیت فرمائی اس کا تذکرہ قرآن کریم نے اسطرح کیا ہے:

قال لبنیه ماتعبدون من م بعدی قالوا نعبدالهك واله اٰبآئك ابرهیم و اسمٰعیل و اسحق الهاً
حدا صلے و نحن لهٗ مسلمون ۔ (البقرة:۱۳۳)

جمہ: جب (یعقوبؑ نے) اپنے بیٹوں سے کہا کہ تم میرے بعد کس کی عبادت کرو گے انہوں نے کہا
کہ ہم اس ذات پاک کی پرستش کریں گے جس کی آپ اور آپ کے آباؤ اجداد ابراہیمؑ، اسمٰعیلؑ اور

قؑ اپنے گھروں کو بچایئے پرستش کرتے آئے ٦ ہیں، یعنی وہی معبود جو وحدہٗ لاشریک ہے اور ہم اسی
کی اطاعت پر (قائم) رہیں گے۔

نرت ابراہیم علیہ السلام دعا فرماتے ہیں:

ب اجعلنی مقیم الصلوٰۃ و من ذریتی ربنا و تقبل دُعاءِ (ابراہیم:۴۰)

جمہ: ''اے میرے پروردگار مجھے بھی نماز کا پابند بنایئے اور میری اولاد کو بھی۔ اے ہمارے پروردگار!
ری دعا قبول کر لیجئے۔''

انبیاء علیہم السلام کی ایسی دو نہیں، دسیوں دعائیں منقول ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ اپنی اولاد
ِ اہل خاندان کی دینی اصلاح کی فکر ان حضرات کی رگ رگ میں سمائی ہوئی تھی۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے
جہاں تمام مسلمانوں کو خود عذابِ الٰہی سے بچنے کی تاکید فرمائی وہاں گھر والوں کو بھی اس سے بچانے کی
مہ داری ان پر عائد کی ہے۔

شاد ہے:

یاایھاالذین اٰمنوا قوا انفسکم و اھلیکم نارًا (تحریم: ٦)

ترجمہ: ''اے ایمان والو! اپنی جانوں کو اور اپنے گھر والوں کو آگ سے بچاؤ''

نیز ارشاد فرمایا:

و امر اھلك بالصلوٰۃ و اصطبر علیھا۔ (طٰہٰ:۱۳۲)

ترجمہ: ''اور اپنے گھر والوں کو نماز کا حکم دو اور خود بھی اس کی پابندی کرو۔''

قرآن وحدیث کے یہ واضح احکام اور انبیاء علیہم السلام کی یہ سنت جاریہ اس بات کو ثابت کرنے ے لئے کافی ہے کہ ایک مسلمان کے ذمہ صرف اپنی ذات کی دینی اصلاح ہی نہیں ہے، بلکہ اپنی اولاد ر اپنے گھر والوں کی دینی تربیت بھی اس کے فرائض میں داخل ہے، اور درحقیقت اس کے بغیر انسان خود دین پر ٹھیک ٹھیک کاربند رہنا ممکن بھی نہیں ہے۔ اگر کسی شخص کا سارا گھریلو ماحول دین بیزار اور ر انا آشنا ہو تو خواہ وہ اپنی ذات میں کتنا دین دار کیوں نہ ہو، ایک نہ ایک دن اپنے ماحول سے ضرور اثر ہوگا اسلئے خود اپنے آپ کو استقامت کے ساتھ صراطِ مستقیم پر رکھنے کے لئے بھی یہ ضروری ہے کہ پنے گرد و پیش کو فکر و عمل کے اعتبار سے اپنا ہم مشرب بنایا جائے۔

آج ہمارے بگاڑ کی ایک بہت بڑی وجہ یہ ہے کہ ہم اپنے فریضہ سے یکسر غافل ہو چکے ہیں۔ ے بڑے دیندار گھرانوں میں نئی نسل کی دینی تربیت بالکل خارج از بحث ہوگئی ہے اور ''اگلے وقتوں کے لوگ'' حالات کے آگے سپر ڈال کر اپنی اولاد کو زمانہ کے بہاؤ پر چھوڑ چکے ہیں۔

بعض حضرات یہ بھی کہتے سنے گئے ہیں کہ ہم نے تو اپنے اہل خانہ کو دینی رنگ میں رنگنے میں ی کوشش کی، لیکن زمانے کی ہوا ہی ایسی ہے کہ ہمارے وعظ و نصیحت کا اُن پر کچھ اثر نہ ہوا۔ مگر بعض ات یہ خیال شیطان کے دھوکے کے سوا کچھ نہیں ہوتا۔ سوال یہ ہے کہ آپ نے کتنی لگن، کتنے طراب اور کتنی دلسوزی کے ساتھ یہ کوششیں کی ہیں۔

اگر آپ کی اولاد جسمانی طور پر بیمار ہو جائے یا اس کا کوئی عضو، خدانہ کرے آگ میں جلنے لگے تو پ اپنے دل میں کتنی تڑپ محسوس کرتے ہیں اور یہ تڑپ آپ سے کیسے کیسے مشکل کام کرا لیتی ہے۔

سوال یہ ہے کہ کیا اپنی اولاد کو گناہوں میں مبتلا دیکھ کر آپ میں اتنی ہی
پ پیدا ہوتی ہے، جتنی اسے بیمار دیکھ کر ہوتی ہے اور آپ نے اسے دینی تباہی سے بچانے کی ایسی
کوشش کی ہے جتنی جسمانی ہلاکت سے بچانے کے لئے کرتے ہیں تو بلاشبہ آپ نے اپنا فریضہ
کر دیا۔

لیکن اگر آپ نے اپنے گھر والوں کی دینی تربیت میں اتنی لگن، ایسے جذبے اور اتنی کاوش
مظاہرہ نہیں کیا تو کیا وجہ ہے کہ ایک معمولی سی آگ اپنے بچے کے قریب دیکھ کر آپ کے سینے پر
نپ لوٹ جاتے ہیں اور جہنم کی ابدی آگ جس سے بچاؤ کی کوئی صورت نہیں ہے اسے آپ اولاد
ے سامنے منہ کھولے دیکھتے ہیں، مگر آپ کی محبت وشفقت کوئی جوش نہیں مارتی؟ اگر آپ اپنے ننھے
ے بچے کے ہاتھ میں بھرا ہوا پستول دیکھ لیتے ہیں تو اس کے رونے دھونے کی پرواہ کیئے بغیر جب تک
س کے ہاتھ سے پستول چھین نہ لیں، چین سے نہیں بیٹھ سکتے لیکن کیا وجہ ہے کہ جب وہی اولاد آپکو
نی تباہی کے آخری سرے پر نظر آتی ہے، تو آپ صرف ایک دو مرتبہ زبانی وعظ ونصیحت کر کے یہ سمجھ
لیتے ہیں کہ آپ نے اپنا فرض ادا کر دیا۔

سوال یہ ہے کہ کیا آپ نے کبھی سنجیدگی اور اہتمام کے ساتھ اپنے گھر کی اصلاح کی مؤثر
بیریں سوچی ہیں؟ جس لگن اور دلچسپی کے ساتھ آپ اپنی اولاد کے لئے روزگار تلاش کرتے ہیں کیا
لگن کے ساتھ اس کی تربیت کے راستے تلاش کیئے ہیں؟ جس خضوع وخشوع اور سوزِ قلب کے
تھ آپ ان کی صحت کے لئے دعائیں کرتے ہیں کیا اسی طرح آپ نے ان کے لئے اللہ سے صراطِ
مستقیم طلب کی ہے؟ اگر ان میں سے کوئی کام آپ نے نہیں کیا تو آپ کو اپنے اہل خانہ کی ذمہ داری

سے سبکدوش سمجھنے کا کوئی حق نہیں پہنچتا۔

ان ساری گذارشات کا منشاء صرف یہ ہے کہ نئی نسل جس برق رفتاری کے ساتھ فکری گمراہی اور
لی بے راہ روی کی طرف بڑھ رہی ہے، اس کا پہلا مؤثر علاج خود ہمارے گھروں میں ہونا چاہیے۔
کر مسلمانوں میں اپنے گھر کی اصلاح کا خاطر خواہ جذبہ، اس کی سچی لگن اور اس کی حقیقی تڑپ پیدا
جائے تو یقین کیجئے کہ آدھی سے زیادہ قوم خود بخود سُدھر سکتی ہے۔

اگر کوئی دین دار شخص سمجھتا ہے کہ میری اولاد خدا بیزاری کی جس راہ پر چل رہی ہے حقیقت میں
ں کے لئے وہی راہ درست ہے اور ہم نے اپنے گرد مذہب و اخلاق کے بندھن باندھ کر غلطی کی تھی تو
یسے دیندار کے حق میں تو دنیا و آخرت دونوں کے خسارے پر ماتم کرنے کے سوا اور کیا کیا جا سکتا ہے؟
لیکن اگر آپ اس بات پر ایمان رکھتے ہیں کہ آپ کا دین، دین برحق ہے اور مرنے کے بعد جزا و سزا
کے مراحل پیش آنے والے ہیں تو پھر خدا کیلئے اپنی اولاد کو بھی اس جزا و سزا کے دن کے واسطے تیار
کیجئے، اُسے ضروری دینی تعلیم دلوایئے، اس کے ذہن کی شروع ہی سے ایسی تربیت کیجئے کہ اس میں
یوں کا شوق اور گناہوں سے نفرت پیدا ہو، اس کی صحبت اور اس کا ماحول درست رکھنے کا اہتمام
یجئے، اپنے گھروں کو تلاوت قرآن اور اسلاف امت کے تذکروں سے آباد کیجئے، گھر میں کوئی ایسا
تت نکالئے جس میں سارے گھر والے اجتماعی طور پر دینی کتب کا مطالعہ کریں، اپنے ذاتی عمل کو ایسا
لکش بنایئے کہ اولاد اس کی تقلید کرنے میں فخر محسوس کرے، اپنے اہل و عیال اور اقارب و احباب کے
حق میں اللہ تعالیٰ سے دعائیں کیجئے کہ اللہ تعالیٰ انہیں صراطِ مستقیم پر گامزن ہونے اور رہنے کی توفیق
لا فرمائے۔ اس کے بعد بھی ہو سکتا ہے کہ چند مثالیں ایسی باقی رہ جائیں جو اپنی بدخمیری کی وجہ سے
ملاح پذیر نہ ہو سکیں، لیکن یقین ہے کہ اگر اس مقصد کے لئے اتنا اہتمام کر لیا گیا تو نئی نسل کی ایک

بھاری اکثریت راہ راست پر آجائے گی۔ اللہ تعالیٰ نے انسان کی محنت اورکوشش میں برکت دی ہے۔
ردین کی دعوت وتبلیغ میں جو محنت کی جائے اس کی کامیابی کا خصوصی وعدہ کیا گیا ہے۔ اس لئے ناممکن
ہے کہ اپنے گھر کی اصلاح کی یہ کوشش بالکل بار آور نہ ہو۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو اس کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

بشکریہ البلاغ کراچی
فروری ۱۹۸۳ء